گذشتہ سے پیوستہ:-

عرفی: حیات وتصنیفات

جناب ع - واظہر صاحب، ایم، اے دہلی یونیورسٹی

(۲)

بدایونی کے علاوہ بھی جس سے عرفی کا واسطہ پڑا وہی اس کے رویہ کا شاکی رہا۔ خاندانی شرافت اور فیضی سے دوستانہ تعلقات کے باوجود ابوالفضل "اکبر نامہ" میں لکھنے پر مجبور ہے " دری ازسخن سرای بر دکشودہ بودند' درخود نگریست وبرپاستانیاں' زبانِ طعن کشود، غنچۂ استعداد نشگفتہ پژمرد"

نظیری جو مرنجاں مرنج شخص تھا، وہ بھی اس کے فخر وغرور سے ملول تھا۔ جیسا کہ اس کے قطعہ سے ظاہر ہوتا ہے، ظہوری سے عرفی کی دوستانہ خط وکتابت تھی، ایک مرتبہ ظہوری نے عرفی کو ایک کشمیری شال بطور ہدیہ بھیجا بجائے اس کے کہ دوست کے تحفہ کو سینہ سے لگاتا، آنکھوں پر رکھتا، تنگ مزاجی آڑے آئی اور اس نے شال کی ہجو لکھی:-

این شال کہ وصفش نہ حد تقریر است آیاتِ رعونت مرا تفسیر است
نامش نہ کنی تماشش کن زو صد رخنہ بکار مردم کشمیر است

اکبر نے گھوڑا عطا کیا تو اس کی مذمت میں یہ شعر کہے:-

شاہنشاہا! حقیقت اسپی کہ دادۂ بشنو زلطف تا برسانم بغیر عرض
ہستم براد سوار وبمعنی پیادہ ام گامی بطول می زدم اکنوں زدم بعرض

خودستائی کی یہ شعوری کوشش بعض مرتبہ کتنی بے موزوں جگہ ہوتی ہے، جس کا احساس عرفی کو خود بھی ہوتا ہے لیکن وہ اپنی فطرت اور عادت سے مجبور ہے، ایک نعت میں اپنی تعریف کرکے کہتے ہیں۔

نی نی غلط این نغمہ بو قع نسرو دم — این نغمہ نشنیدست دگر صوت و لغم را
عرفی مشتاب این رہ نعت، نہ صحراست — آہستہ کہ رہ بردم تیغ ست قدم را

یا یہ شعر ــــ

دم عیسی تمنا داشت خاقانی کہ برخیزد — بہ امداد صبا اینک فرستادم بشر دانش

عرفی اپنی طرز کا موجد بھی تھا اور خاتم بھی، گو بہت سے شعراء نے اس کے تتبع کی کوشش کی لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے، صاحب مآثر رحیمی کا بیان ہے "مخترع طرز تازہ ایست کہ الحال مستعدان و اہل زبان و سخن سنجان تتبع اوی نمایند"

پروفیسر براؤن[1] "گب" کے حوالے سے "Gibb says that after Jami, Urfi and Faizi were the chief Persian influences on Turkish poetry until they were superseded by Saib, and that the novelty in this style lay, apart from the introduction of a number of fresh terms into the conventional vocabulary of poetry with none of loftiness of tone and stateliness of language in its stead."

دیوان عرفی کا مرتب محمد قاسم سراج اپنے ایک قطعہ میں کلام عرفی کی خصوصیات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔

عرفی آن دا جنس سخن کہ براو — اشک دارد، روان شروانی
نہ کہ شروانی ست درد کشش — بلکہ ہم رونی وصفا ہانی
بعد چندی چو جائے بودن نیست — رفت ازین دیر ششدر فانی
ماند ازو در شاہواری چند — کش قدرین نیست بحری دکانی

---

[1] History of Persian Literature vol IV p. 242

اس سلسلہ میں استاذ محترم موسوی[1] صاحب کی رائے بھی بہت اہم ہے۔

"Urfi was the last great Indo Persian poet of Shiraz and is regarded as a creator of style which could not copied By any other poet after heim. He broke all formalities and conventionalities, not only in court but in poetry too"

عرفی کی تخلیقی و اختراعی صلاحیت کے قائل مولانا شبلی بھی ہیں[2] "حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک طرزِ خاص کا موجد ہے" زورِ کلام میں اس کا جواب نہیں، کم از کم فارسی قصائد میں اس جیسی مثالیں بہت کم ہیں، الفاظ معنی دونوں میں نُدرت و رفعت، بندش اور ترکیب کی درستی و چستی کا خاص اہتمام۔

شرع گوید منع لب کن، عشق گوید نعرہ زن   کای تو ہم در راہِ عشق خود عناں انداختہ

نعت کا مطلع ہے

اقبال کرم میگزد اربابِ ہمم را   ہمت نخورد نیشتر لا و نعم را

زور اور خودداری دونوں موجود ہیں :-

المنۃ للّٰہ کہ نیازم بہ نسب نیست   اینک بشہادت طلبم لوح و قلم را

دوراں کہ بود تا کند آرائش مسند   مداحِ شہنشاہِ عرب ہا و عجم را

تقدیر بیک ناقہ نشانید دو محمل   سلمائے حدوث تو و لیلای قدم را

رسولِ اکرمؐ کے بارے میں عام مسلمانوں کا خیال اور خود حضورؐ کا قول، دونوں کی رعایت رکھی ہے اور شعریت میں ذرا کمی نہیں ہے۔

دانم نرسد ذرہ بخورشید ولیکن   شوق طیراں می کشد اربابِ ہمم را

---

[1] جناب سید منظور حسن صاحب موسوی، صدر شعبۂ عربی و فارسی، دلی یونیورسٹی دلی نے عرفی و عرفیات کا مطالعہ بنظرِ غائر کیا ہے۔ آل انڈیا اورینٹل کانفرنس کے انیسویں اجلاس دہلی کے موقعہ پر جو میگزین شائع ہوا ہے۔ اس میں یہ مقالہ شامل ہے۔

[2] شعر العجم ج ۳ ص ۱۲۳

ذیل کی نعت میں، الفاظ کا انتخاب خصوصی توجہ کا مستحق ہے، موسیقی کا زیر و بم الفاظ کی نشست و برخاست سے پیدا ہو رہا ہے، ؎

سپیدہ دم چوں زدم آستیں بشمعِ شعور | شنیدم آیتِ اِستَفتحُوا زعالمِ نور
بدل زشاہدِ بزمِ ازل ندا آمد | کہ ای تمام دفا از رضای ما بس دور
زہی اطاعتِ حسنِ ادب، خہی طاعت | کہ با اجازت مای ز وصل ما مہجور
زیادہ زیں نہ حلال است دوری از بر ما | اگر بحوصلہ نازی درآ بہ بزمِ حضور
طلب بیار و مترس از متاعِ منعِ کلیم | بساطِ عذر میارا کہ نیستی معذور

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی منقبت میں ؎

جہاں بگشتم و دردا بہیچ شہر و دیار | نیافتم کہ فروشند بخت در بازار

اپنی سادہ لوحی اور فلک کج رفتار کی فتنہ بازی کا ذکر کتنے عمدہ پیرایہ میں کیا ہے۔ ؎

ز منجنیق، فلک سنگِ فتنہ می بارد | من ابلہانہ گریزم در آبگینہ حصار

مندرجہ ذیل قصیدہ عرفی کا شاہکار ہے :-

بطائرِ ارنی سنج بے اثر نغمہ | بلن ترانی ہم ذوق مژدۂ دیدار
بعشوۂ کہ زلیخا برید از و کفِ دست | بفتنۂ کہ مسیحا گزید از و سردار
برقعِ مہ کنعاں کہ بود حسن آباد | بجلہ گاہِ زلیخا کہ بود یوسف زار
بہ نیم قطرہ شرابی کہ بازمی ماند | پس از پیام کشیدن بساغر از لبِ یار

تلمیحات و ترکیبات کے ساتھ ساتھ قسمیں بھی اس میں قابلِ ذکر ہیں، جب ساٹھ سے زیادہ قسمیں کھا چکے تو اب ان سب قسموں کی قسم کھاتے ہیں ؎

بحقِ این ہمہ سوگندہای صدق آمیز | کہ نزدِ علمِ تو حاجت نداشتم بہ شمار

مندرجہ ذیل اشعار خصوصی توجہ کے ساتھ مطالعہ کے مستحق ہیں۔

صبحدم چوں در دمد دل صور شیون زای من | آسماں صحنِ قیامت گردد از غوغای من

از در دوست چگویم بچہ عنواں رفتم — ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرماں رفتم

چھوٹی بحر میں ؎

عشق کوتا خرد بر اندازد — عودِ شوقی بجمر اندازد

صاحبا! عید بر تو میموں باد — عید نیز از رُخت ہمایوں باد

عادتِ عشاق چیست مجلسِ غم داشتن — حلقۂ شیون زدن ماتم ہم داشتن

منادی است بہر سو کہ ای خواص و عوام — مے نشاط حلال و شرابِ عفتہ حرام

چمن آید بہ چمن، بہرِ تماشای جمال — بلبل آید سر بلبل بہ تمنای غزال

اگر عرفی کی ساختہ جدید ترکیبات و استعارات کی فہرست تیار کی جائے تو وہ بھی خاصی طویل ہوگی۔ ان ترکیبوں میں ندرت، معنویت اور اختصار ہے، لطف یہ کہ نامانوس نہیں ہیں، مثلاً زلیخا کے محل میں حسینوں کا اجتماع تھا، اس کو صرف یوسف زار کہہ دیا، پوری تصویر آنکھوں میں گھوم جاتی ہے ناصیہ زار، حسن آباد، نشترخیز، نشتر نما، دوش آفتاب، مرغ مجنوں، غمِ لذت سرشت، مریم من بلغی، اچھوتے خیالات، ارزش مردن، قدس آشوب قیامت زارِ عشق، زاغِ دیدہ بینا، مسیح خلق، کوتاہ اوج، صبح طرازی، کوتاہ ارکان، حلقہ ماتم کو گوش سے اور شور و شر کے لئے صحن قیامت کا استعمال عرفی کا ہی حق ہے۔

مضمون آفرینی، نازک خیالی، جودت طبع، عرفی کے کلام کا جزو بن گئے ہیں، رسولِ اکرمؐ ایک غزوہ سے واپس تشریف لا رہے ہیں، زہرہ نے اپنے بال کھول کر پیش کش کی کہ وہ ان کی رکاب کی گرد صاف کردے۔ فتح کہتی ہے یہ نہ کرنا، یہ رکاب نہیں ہے، یہ تو میری آنکھ ہے اور وہ گرد اِس کا سُرمہ۔ ؎

زہرہ گیسو بگشاید کہ شود گرد فشاں — از رکابش کہ پذیرفتہ غبار از تگ و تاز

فتح گوید چہ کنی، چشم من است این نہ رکاب — سُرمۂ چشم جہاں بینِ مرا پاک مساز

عرفی کے کلام میں فلسفہ، تصوف، معرفت، نکتہ سنجی، خود بینی، خود ستائی اور عشقیہ خیالات یہ سب ہی چیزیں موجود ہیں۔ ظرافت کی چاشنی کم ہے، وہ شوخی جو خواجہ حافظ کا حصہ ہے عرفی کے یہاں صرف ایک آنشہ ہے، لیکن تغزل میں وہ کسی سے کم نہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے گویا دل و دماغ اور خرد و جذبات میں

جنگ ہو رہی ہے۔ عرفیؔ کی علمیت اس پر بزرگی طاری کرتی ہے لیکن اس کی جوانی کے تقاضے کچھ اور ہیں ؎

در دلِ ما غمِ دنیا غمِ معشوق شود ۔ بادہ گر خام بود پختہ کند شیشۂ ما
خوبی ہمیں کرشمہ و ناز و خرام نیست ۔ بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست

طنز و ظرافت:۔

میروی با غیر و میگوی بیا عرفیؔ تو ہم ۔ لطف فرمودی برو کیں پای را رفتار نیست
دلِ عرفیؔ نہ کی قطرۂ خون' فولاد است ۔ از ستم سیر مشو کہ دگر آزاری ہست
این جور دیگرست کہ آزارِ عاشقان ۔ چندان نمی کنند کہ بہ بیداد خو کنند
یارب چہ بلای است کہ در مذہبِ خوباں ۔ دشنام حلال ست و شکر خند حرام است

شیخ سعدیؔ نے کہا تھا ؎

حدیثِ عشق گوی گر گناہ است ۔ گناہ اول ز حوا بود و آدم

اور عرفیؔ انسان کی سرشت میں ہی عشق تسلیم کرتے ہیں ؎

عشق از آدم و حوا متولد شدہ است ۔ تازہ برخاستہ این شعلہ آتش من است

عرفیؔ کا کلام فلسفیانہ خیالات سے پُر ہے، اگر اس کی طبیعت میں یہ جوش و روانی نہ ہوتی تو یہ خیالات محض فلسفہ کا ڈھیر بن کر رہ جاتے لیکن اس کا کمال یہی ہے کہ اس نے شعریت کو قائم رکھا ہے۔ خدا کی ہستی کے بارے میں صحیح طور پر کسی کو علم نہیں سب اندھیرے میں ہیں، ہر شخص اپنی فہم اور سوجھ بوجھ کے مطابق اس کی ہستی کو بیان کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی خیال کو غزل کے اس شعر میں ادا کیا ہے۔ ؎

ساکنِ کعبہ کجا، دولتِ دیدار کجا ۔ اینقدر ہست کہ در سایۂ دیواری ہست

اہلِ دل کے لئے کفر و ایمان میں کچھ فرق نہیں، ان کے لئے صرف دل کی آبادی کافی ہے۔ ؎

خواہی بکعبہ رُو کن و خواہی بسومنات ۔ دل بد مکن کرشش جہت از بہرِ طاعت ست

عقل کی پیروی سے منزلِ مقصود تک کوئی نہیں پہنچا ہے ؎

بردای عقل بنہ منطق و حکمت پیشم ۔ کہ مرا نسخۂ غم ہای فلاں در پیش است

رفت عرفی ز پی عقل و بجائی نرسید گرچہ صد مرحلۂ کون و مکاں درپیش است

پروانہ کو دیر و حرم سے کوئی مطلب نہیں وہ تو شمع کا دیوانہ ہے ؎

عارف ہم از اسلام خراب ست وہم از کفر پروانہ چراغِ حرم و دیر ندانند

خودداری اور خودی کی تعلیمات عرفی کا خاص موضوع ہے۔ ایسے تیور اور جوش ایسے مضمون میں صرف اسی کا حق اور حصہ ہے ؎

کفرانِ نعمت گلہ مندان بے ادب درکیش من زشک گدایانہ بہتر ست

گر فتم آنکہ بہشتم دہند بے طاعت قبول کردن و رفتن نہ شرطِ انصافست

بیا بہ ملکِ قناعت کہ دردِ سر نہ کشی زقصہ ہا کہ بہمت فروش طی بستند

اصنافِ شاعری میں فخریہ ایک اہم صنف ہے۔ عربی ادب اس سے بھرا ہوا ہے لیکن فارسی میں عرفی تن تنہا ہیں، کوئی ان کے مدِ مقابل نہیں، پچھلے صفحات میں اس موضوع پر مفصل بحث ہو چکی ہے، یہاں صرف اتنا کہنا ہے کہ عرفی کے کلام کا ایک معتد بہ حصہ اپنی مدح سرائی اور ذاتی توصیف سے بھرا ہوا ہے، متقدمین، متوسطین حتیٰ کہ متاخرین تک کی یہ مجال نہ تھی اور نہ رواج تھا کہ شاعر ممدوح یا مربی کی تعریف کے ساتھ دو چار شعر اپنی مدح میں کہے، کسی نے ہمت کی تو اپنی بدحالی یا اپنے شعروں کی مقبولیت کا ذکر آخر کے چند شعروں میں کر دیا۔ لیکن یہ شاعرانہ تعلّی سے زیادہ کچھ نہ ہوتی تھی، بخلاف اس کے عرفی اپنی مدح سرائی بھی اسی انداز سے کرتا ہے، جیسے کہ وہ ملکِ سخن کا تاجدار ہو، اپنی تعریف بڑے لطف اور جوش سے بیان کرتا ہے، جہاں موقعہ نہیں ہوتا وہاں اجازت لے کر شروع کر دیتا ہے ؎

دادِ یک شہر ز عرفی بستاں کیں مغرور کبر و نازش نہ باندازۂ قدر است و محل

نیم تحسین مکن ار گوید صد بیتِ بلند کہ دماغش شدہ از حسنِ طبیعت مختل

عیب کے پیرایہ میں بھی اپنے محاسن شمار کرا رہا ہے۔

شعر کے متعلق عرفی کا نظریہ ہے کہ شعر گنجینۂ حکمت ہوتا ہے۔ اس کو ہر کس و ناکس سے بچانا چاہیے ؎

عرفی مخواں بشاعرِ بے فضل شعرِ خویش نزدِ حکیم ہرچہ کہ شعر است حکمت است

دنیا میں باشعور اور فرزانے کم ہیں، ویسے حیوانوں سے یہ بھری ہوئی ہے ؎

دُنیا طویلہ ایست پُر از جنسِ چار پا　　آبادی و خرابیٔ او جستہ جستہ است

رباعیات میں عرفیؔ کا درجہ ناصر خسرو کے برابر ہے، دونوں کے یہاں فلسفیانہ خیالات کی فراوانی اور پند و نصائح کی زیادتی ہے ؎

نادان بعمارت بدن مشغول است　　دانا بکرشمۂ سخن مشغول است
صوفی بفریبِ مرد و زن مشغول است　　عاشق بہ ہلاکِ خویشتن مشغول ست

عمر خیام کے رنگ میں ؎

عرفیؔ شب عید و بادہ عیش افروزست　　می نوش و طرب کن کہ ہمیں دم روزست
ایں توبہ بسی شکست واز ما پُرسید　　می نوش کہ توبہ مرغ دست آموزست

دنیا کی بے ثباتی اور خوشی و مسرت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی تلقین۔

عرفیؔ کے قطعات بھی کم دلچسپ نہیں، ان میں سے دو تین تو بہت ہی دلکش ہیں، ایک قطعہ میں اپنی بیماری اور عزیزوں و دوستوں کی مزاج پُرسی کی تصویر کھینچی ہے ؎

تن افتادہ درین حال و دوستان فصیح　　بدور بالش و بستر ستادہ چوں منبر

تیمارداروں کی تمام حرکات، سکنات اور خیالات کا نقشہ کھینچنے کے بعد ؎

خدائے عزّ و جل صحتم دہد بینی　　کہ ایں منافقگاں راچہ آمدم برسر

کسی نے اس پر فسق کا الزام لگایا، اس پورے واقعہ کو بیان کرتا ہے ؎

تہمت فسق بمن کرد یکے کفر اندیش　　کہ ایزد از صورت او معنی آدم برداشت

آخر اپنے آپ کو صبر کی تلقین کرتا ہے ؎

ستمِ تہمتِ جہاں نہ برباد تو رفت　　یوسف ایں را متحمل شد و مریم برداشت

محمد قاسم سراج نے خانخاناں کے حکم سے عرفیؔ کا دیوان ترتیب دیا تھا، کلیاتِ عرفیؔ کا قدیم نسخہ انڈیا آفس لائبریری میں ہے جس کو ۱۰۲۱ھ میں شیخ محمد سعید بخاری نے لکھا ہے لیکن آخر میں یہ قطعۂ تاریخ درج ہے

جو اثیر انگر اور فلوگل میں بھی پایا جاتا ہے ؎

این درج (طرفہ) نکات سحری و اعجازی
چوں گشت مکمل زرقم (برقم) پردازی

مجموعہ طراز قدس تاریخش بگفت (یافت)
"اول دیوان عرفی شیرازی"

جس سے ۹۹۶ھ برآمد ہوتے ہیں، اس تاریخ میں اکائیوں سے قصائد کی تعداد (۲۶) دہائیوں سے غزلیات کی تعداد (۲۷۰) اور سینکڑہ سے رباعیات وقطعات کی تعداد (۷۰۰ = ۳۸۰ رباعیات + ۳۲۰ قطعات) بھی معلوم ہوتی ہے۔

مشمولات کلیات عرفی[1] (۱) غزلیات (۲) قصائد (۳) مجمع الابکار (مخزن الاسرار کے جواب میں[2]) (۴) فرہاد وشیریں[3] (نظامی کے خسرو وشیریں کے جواب میں) (۵) ترجیع بند در مدح مسیح الدین ابو الفتح۔ (۶) مقطعات (۷) رباعیات (۸) نثر:- ایک خط:- اپنی بیماری مرگ کی کیفیت ہے۔ مذہبی اور اخلاقی مسائل کا بیان ہے۔ فالنامہ کی تمہید:- اکبر کے لئے بنایا گیا تھا۔ ایک خط حکیم ابو الفتح کے نام۔ (۹) بیاض[4] مرزا بیدل میں عرفی کا ایک ترجیع بند مسمی بہ "گلشن راز" شامل ہے۔ (۱۰) کلیات[5] میں نثری تمہید مسمی بہ "رسالہ نفس نفیس"[6] ہے۔ آغاز: "حمدی کہ از نہایت شائستگی" الخ (۱۱) برٹش میوزیم[7] کے کلیات میں ساقی نامہ بھی شامل ہے۔

آغاز:- بیا ساقی این تشنگی را بسنج
پس از آرزوی دل، برنج

(۱۲) کلیات انڈیا آفس میں ایک اور مثنوی بھی شامل ہے۔

آغاز: خداوندا دلم بی نور تنگ است
دل من سنگ و کوہ طور سنگ است

عرفی کے قصائد کی بہت سی شرحیں بھی لکھی گئی ہیں، ان سے کلام عرفی کی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

---

[1] ریو ۲ ص ۶۶۸ (ب) [2] مصنفہ ہفت آسمان نے مجمع الابکار کا نام مجمع الافکار اور مخزن الاسرار عرفی بھی لکھا ہے۔ [3] انڈیا آفس ۱۴۵۱۔ حاشیہ پر اس کا نام خسرو وشیریں لکھا ہے۔ [4] ریو ۲ ص ۷۳۷ [5] ایتھے ۱۴۵۲ [6] اس کا نام رسالہ نفسیہ بھی ہے۔ [7] ایتھے ۱۴۵۳ اس کا تذکرہ ان فہرستوں میں بھی ہے Printed ص ۱۵ - روزن ص ۶۲ - بوڈلین ۱۰۵۲ - بانکی پور ۲ ص ۱۷-۱۹۶

ان سے مندرجہ ذیل قابلِ ذکر ہیں ۔

(۱) مفتاح النکات از مرزاجان (تالیف ۱۰۷۲ھ) (۲) نگارنامہ فیضی از راجو علوی (تالیف ۱۱۱۱ھ)

(۳) قطب الدین فارغ نے بھی ایک شرح تالیف کی (۴) احمد بن عبدالرحیم (مطبوعہ کلکتہ ۱۲۵۴ھ)

(۵) شرح قصائد عرفی (مطبوعہ لکھنؤ ۱۸۸۰ء) (۶) ترجمہ انگریزی قصائد منتخبہ (مطبوعہ کلکتہ ۱۸۸۷ء)

ترکی میں بھی عرفی کی پانچ شرحیں تالیف کی گئیں۔[1]

طوالت کے باعث عرفی کی غزلیات[2] پر بحث نہیں کی گئی ہے ورنہ غزلیاتِ عرفی خود اتنا دلچسپ اور اہم موضوع ہے کہ ایک علیحدہ مقالہ کا عنوان بن سکتا ہے۔

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم   چنانکہ حرف عصا گفت موسیٰ اندر طور

یہ مضمون یہاں تک لکھا گیا تھا اور "برہان" میں اشاعت کے لئے دے دیا تھا کہ "اسلامک کلچر" کے گذشتہ شماروں کے مطالعہ سے کچھ نئے قصائد اور ایک مثنوی کا علم ہوا جو عام طور پر مطبوعہ دیوان میں نہیں ہے۔

ڈاکٹر نعیم الدین صاحب نے عرفی کی ایک نادر مثنوی کا تعارف کرایا ہے جو عام طور پر عرفی کی مثنویات میں شامل نہیں ہے، یہ کلیاتِ عرفی کا نسخہ عثمانیہ اور میوزیم لائبریری قونیہ (ترکی) میں موجود ہے، اس کا ایک عکس بھی اسلامک کلچر میں دیا گیا ہے۔[3]

مثنوی کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے۔

آدم چوں دوا شفیق و نقیض   صحت آموزِ دوستانِ مریض

اور اختتام:- حذر از نفسِ ایں ستم کیشان   اول از من کہ نیستم زیشان

اس کے علاوہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے ترکی کے سفر کے دوران استنبول اور قونیہ میں کلیاتِ عرفی کے کچھ قلمی نسخوں کو ملاحظہ کیا اور ہندوستان کے قلمی نسخوں سے تقابل کیا ایک نسخہ جو سترھویں صدی کا ہے[5]۔ اس سے کچھ ایسے قصائد نقل کئے ہیں جو ہندوستان کے قلمی اور مطبوعہ نسخوں میں نہیں پائے جاتے ہیں، اس لحاظ سے یہ نسخہ نادر ہے

---

[1] انڈیا آفس بحوالہ فلوگل I ص ۵۹۲-۵۹۵ [2] غزلیات پر سید یوسف حسین صاحب موسوی کا کتابچہ "ارمغان شیراز" ہے لیکن بہت ہی مختصر۔ [3] عرفی شیرازی کی ایک غیر معروف مثنوی، اسلامک کلچر، حیدرآباد۔ اکتوبر ۱۹۵۹ء
[5] یہ نسخہ جناب کمال ادیب بے استاذ انقرہ یونیورسٹی کے ذاتی کتب خانہ میں ہے۔

کہ اس میں وہ قصائد موجود ہیں جن کا حوالہ کسی اور جگہ نہیں ملتا اور اس سے عرفی کی ترکی میں غیر معمولی مقبولیت کا اندازہ بھی ہوتا ہے، ذیل میں ان قصائد[1] کے صرف مطالع نقل کیے جاتے ہیں،

(۱) زہی نظام زشرع تو دین و دنیا را ؛ ترا نیابت شاہی ملک تعالیٰ را

اصل میں یہ قصائد عرفی کی ایرانی زندگی کے آئینہ دار ہیں اور ان سے اس کے ممدوحین کی فہرست میں بھی پانچ کا اضافہ ہو جاتا ہے۔

(۲) فریاد کہ از سوزش دل چشمۂ اندوہ ؛ جوشی زد و بر داشت زلب مہربیان را

(۳) زہی نسیم شمال تو موج بخش شراب ؛ سوال را بہ لبت گنج برفشاندہ جواب

(۴) زود تر ہستی منعم را فنا غارتگر است ؛ اول آن گنجینہ رو بد دزد کش قفل از زر است

(۵) سر لعیم از تو سنی پر ہوا ست ؛ کہ سر چشمہ آب روی صباست

(۶) زعشوہا کہ در آن چشم فتنہ گر گنجد ؛ بہ سینہ درد تو بالید بیشتر گنجد

(۷) دولت را با ابد آمیزش ممتاز باد ؛ باز امداد تو اوج لامکاں انداز باد

(۸) ہرگز از قہر تو بازار سلامت نشکند ؛ کز ہجوم فتنہ بازار قیامت نشکند

(۹) وقت آنست کہ اندیشہ پریشان گردد ؛ جہل بر علم بروں آید و سلطان گردد

(۱۰) من آن نیم کہ چو نعت نبی کنم بنیاد ؛ رسوم رودکی و بو فراسم آید باد

(۱۱) بیا کہ دیدۂ نرگس زخواب شد بیدار ؛ دماغ غنچہ معطر شد از نسیم بہار

(۱۲) دلا ز مصحف تسلیم بر کشودم فال ؛ بیار مطہرہ ترک و نسخۂ آمال

(۱۳) مطلع دیوان معنی بہ زبان آوردہ ام ؛ عقل اول (را) براین تحسین نشان آوردہ ام

(۱۴) گرچہ از اندازش فروں افتادہ یکتا گوہرم ؛ بیع ہمت دست بازی می کند با گوہرم

(۱۵) مثل نزد حکیمان با روزگار قدیم ؛ کہ ناگزیر بود مرحکیم راز کریم

(۱۶) نازد دار روحی کہ آرد نذر احترام ؛ روح الامینت از حرم ایزدی سلام

(۱۷) زہی ہمای جلال تو در قدم یزدان ؛ بر رشتہ طیران بستہ بالش از طیران

(۱۸) مردگانی کا عدا ز حرص بریں دہ گوش جان ؛ خطبۂ شاہی بنام خسرو صاحبقران

(۱۹) تا اختراع امر تو آسان بروں برد ؛ ایام سبعہ برگ تداخل بہ بیم آں

(۲۰) بہار رفت و خزاں آمد و گذشت جوانی ؛ مرا ہنوز بہ آں گل ہزار دل نگرانی

[1] عرفی کے کچھ نادر قصائد، اسلامک [illegible]